رسائل و مسائل

جن تک اسلام نہیں پہنچا

سوال:- جب میں اس سیدھی سادی بات پر غور کرتا ہوں کہ اسلام کو قبول کرنے والے جنت میں جائیں گے اور قبول نہ کرنے والے جہنم میں جائیں گے، تو معاً میرے ذہن میں اُن بے شمار افراد اور قوموں کی تصویر آ جاتی ہے جن تک اسلام کا پیغام نہ پہنچا ہے، نہ پہنچنا ممکن ہے۔ مثلاً آج کل کے افریقہ کے دُور دراز جنگلوں میں رہنے والے حبشی، لاطینی امریکہ کے وہ عوام جنہوں نے اسلام کا نام کبھی کسی زبان سے سنا تک نہیں ہے، برما، ملایا اور تھائی لینڈ کے جنگلات میں رہنے والے لوگ، تبت کے پہاڑوں اور سائبیریا کے انتہائی شمالی علاقوں میں رہنے والے اسکیمو۔ میں حیران ہوں کہ ان لوگوں سے قیامت کے دن کس قسم کا حساب لیا جائے گا؟

بات صرف یہیں تک نہیں ٹھہرتی بلکہ دنیا میں کروڑوں اور اربوں کی تعداد میں وہ لوگ بھی پائے جاتے ہیں جنہوں نے بطور مذہب اسلام کا محض نام ہی سنا ہے۔ مگر کیا اسلام کا محض نام ہی سن لینا اس مقصد کے لیے کافی ہے کہ اُسے جہنم کی ہولناک سزا دی جائے؟ میں کہوں گا نہیں، اس لیے کہ ان میں سے ۹۵ فیصد انسانوں کو کبھی اسلام کا صحیح پیغام سننے یا سمجھنے کا موقع نہیں ملتا آپ کہیں گے کہ پھر خود کیوں اسلام کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے؟ لیکن یہ دلیل میری نظر میں اہمیت نہیں رکھتی۔ اپنے کافرانہ ماحول کے اندر اسلام کی بات کو اُس کے صحیح پس منظر میں سمجھنے کے لیے اور ایک ایک اعتراض کو رفع کرنے کے لیے (وہ تمام اعتراضات جو مختلف لوگوں مثلاً عیسائیوں،

یہودیوں، کمیونسٹوں کی طرف سے کیے جاتے ہیں) ایک لمبا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ اتنا لمبا عرصہ جو نفسیاتی لحاظ سے کسی عام انسان کے لیے ممکن ہی نہیں ہے ــــ مثلاً آپ اس فرد کا تصور کیجیے جو امریکہ کے کسی عام شہر میں پیدا ہوا ہے مذہب اس کی خاندانی زندگی سے تقریباً خارج ہو چکا ہے اور اگر ہے تو وہ صرف اتوار کے دن کلیسا میں حاضری لگوانے تک۔ اسے عیسائیوں کے عقاید کا بھی کوئی خاص علم نہیں ہے۔ وہ اپنی سوسائٹی کے اندر مکمل طور پر گھرا ہوا ہے۔ وہ سیکولر تعلیم حاصل کرتا ہے۔ معاش کے لیے اُسے سخت جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ بالآخر وہ مر جاتا ہے۔ کیا واقعی اسلام قبول نہ کرنے میں اس کا کوئی قصور ہے؟ ــــ ممکن ہے زندگی کے کسی لمحے میں اس نے اسلام کا نام سن لیا ہو، شاید اس نے کسی مسلمان فرد کو دیکھ لیا ہو۔ جس کے کرتوت دیکھ کر اسے اسلام سے نفرت ہو گئی ہو۔ کبھی اس نے اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی ہو تو اسے معلوم ہو گیا ہو کہ رسول اللہؐ نے تو چار شادیوں کی اجازت دی ہے (جن کا تصور وہ اپنے معاشرے میں ناممکن خیال کرتا ہو گا) یا اُسے قرآن مجید کی چند آیات پڑھوا کر بتا دیا گیا ہو گا کہ یہ معاذ اللہ ایک بے ربط کتاب ہے اور وہیں اس نے اسلام کے متعلق مزید سوچنا بند کر دیا ہو گا۔

اس لمبی مثال سے میرا مقصود یہ ہے کہ انسان کی نفسیات ہی کچھ اس قسم کی ہے کہ وہ کسی معاملے میں اتنا طویل غور و فکر نہیں کر سکتا کہ وہ دنیا بھر کے نظریات کھنگال کر حق تک پہنچ جاتے۔ اس لیے جب یہ اُس کی مجبوری ہے تو پھر جزا اور سزا کا کیا سوال؟ میں ایک منطقی مثال بھی دینا چاہتا ہوں۔ تحریک اسلامی کے کارکنوں میں سے کتنوں نے حق کی جستجو میں اپنی عمریں کھپائی ہیں؟ کیا ہم میں سے ایک فیصد نے بھی اشتراکیت کا خود اشتراکیت کی کتابوں سے مطالعہ کیا ہے؟ اگر نہیں کیا تو کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ حق کی جستجو ہم میں بھی اتنے اعلیٰ پیمانے پہ نہیں ہے؟

میرے نزدیک یہ بھی عین ممکن ہے کہ کوئی شخص مکمل خلوص کے ساتھ مختلف نظریات کا مطالعہ کرے (ایسا خلوص جس میں شک کی گنجائش نہ ہو)۔ لیکن اس کے باوجود وہ اسلام کے راستے تک نہ پہنچے۔ کیا ایسے لوگ ہم نے نہیں دیکھے جو "مُنتَ ہُنگم" کی تعریف میں نہیں آتے؟ جنہوں نے تحریک اسلامی کا لٹریچر پڑھا تھا، اس کے باوجود کمیونسٹ بن گئے؟ یا کوئی شخص جو ارتقاء کے نظریے کو مانتا ہو (جس کے خلاف ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے) یا جو نفسیات، فلسفہ، معاشیات، عمرانیات

وغیرہ میں کسی بھی دوسرے گمراہ کن فلسفے سے نہایت ہی پُرخلوص طریقہ سے متاثر ہوا ہے آخر کس وجہ سے جہنم میں بھیجا جائے؟

پھر جب میں تاریخ کے مختلف گوشوں پر نظر ڈالتا ہوں تب بھی انسان مجھے بے قصور نظر آتے ہیں۔ مثلاً جب رسول اللہؐ مبعوث ہوئے اس وقت ساری دنیا تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اتمامِ حجت زیادہ سے زیادہ سرزمینِ عرب تک ہو چکا تھا۔ آخر عرب کے باہر کے اس زمانے کے لوگوں نے کیا قصور کیا تھا کہ اسلام قبول نہ کرنے کی پاداش میں انہیں آگ کے شعلوں میں جھونکا جائے؟

پس اگر آپ اس صورتِ حال پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ اصطلاحی کفار میں سے بمشکل پانچ فیصد جہنم میں بھیجے جانے کے لائق ہیں۔

اب آیئے چند باتیں اصطلاحی مسلمانوں کے متعلق بھی کرلیں:-

یہ ستر کروڑ مسلمان، جو محض مسلمان گھرانوں میں پیدا ہونے کی وجہ سے مسلمان ہیں۔ کیا محض یہ اتفاق ان کے لیے جنت واجب کر دیتا ہے؟ یقیناً ہرگز نہیں۔ میرے نزدیک ان میں سے صرف وہ لوگ مسلمان ہیں جو اسلامی نظام کے لیے کسی نہ کسی انداز میں جدوجہد کر رہے ہیں۔ کسی خاندانی مسلمان اور کسی خاندانی عیسائی میں کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان تمام لوگوں کو جہنم میں بھیج دیا جائے۔ مگر یہ لوگ کم از کم جنت کے حقدار بھی دکھائی نہیں دیتے۔ ان میں سے پانچ فیصد بھی ایسے لوگ نہیں جنہوں نے سوچ سمجھ کر اسلام قبول کیا ہو۔

لیکن اسلامی تحریک کے ساتھ منسلک نہ ہونے کی بھی بے شمار معقول وجوہات ممکن ہیں۔ مثلاً اکثریت کو ابھی تک ہمارا پیغام پہنچا ہی نہیں۔ ان کو بھلا کیوں کر قصور وار قرار دیا جا سکتا ہے؟

پس میرے خیال میں بمشکل دس فیصد انسان ایسے ہوں گے جو جزا و سزا کے قابل ہوں گے باقی نوّے فیصد نہ جزا کے قابل ہیں نہ سزا کے۔

اپنی ذات کے متعلق بھی آپ کو یہ بتا دوں کہ میں ایک ذمہ دار کارکن ہوں۔ تفہیم القرآن کا مکمل مطالعہ کیا ہے۔ مولانا کی تقریباً ساری کتب پڑھی ہیں اور اسلامی تحریک کے بانی ذمہ دار حضرات کی کتابیں بھی مطالعہ کر چکا ہوں۔ یہ وضاحت اس لیے کر رہا ہوں کہ جواب دیتے وقت آپ اس کو مدنظر رکھیں۔

اپنے اس شک کو میں نے سادہ ترین انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ جب میں اس معاملہ پر مزید غور کرتا ہوں تو ایک ایسی عجیب و غریب صورت سامنے آتی ہے جس سے میرا دماغ ماؤف ہو جاتا ہے۔ اس سے میرے کام پر بھی خراب اثر پڑا ہے۔

جواب:۔ (از عبدالحمید صدیقی) آپ کے ذہنی شکوک پڑھ کر میرا تاثر یہ ہے کہ آپ نے خواہ مخواہ ایک ایسے مسئلے پر غور و فکر شروع کر دیا ہے جس کا فیصلہ کرنے کی کوئی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے، اور نہ آپ کے پاس علم کے وہ ذرائع ہیں جن سے آپ اس کا صحیح فیصلہ کر سکتے ہوں۔ یہ فیصلہ تو اللہ کو کرنا ہے کہ وہ کسے جزا دے اور کسے سزا۔ وہی علیم و خبیر یہ جانتا ہے کہ کون سزا کا مستحق ہے اور کیوں! اور کون جزا کا مستحق ہے اور کیوں؟ آپ کے پاس آخر وہ کون سا پیمانہ ہے جس کے ذریعہ آپ اس امر کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بمشکل دس فیصد انسان ایسے ہوں گے جو جزا اور سزا کے قابل ہوں گے؟

قرآن مجید میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ حق معلوم کرنے کا ذریعہ صرف انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی تعلیمات ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد نجات کا واحد راستہ یہی ہے کہ اسلام کو بطور دین قبول کیا جائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کے آخری پیغمبر کی حیثیت سے ایمان لا کر اُن کی ہدایات کی بلا چون و چرا اطاعت کی جائے۔ ہمیں جزا و سزا کے بارے میں اصولی تعلیم یہی دی گئی ہے۔ باقی رہا ان لوگوں کا معاملہ جن تک آپ کے بقول اسلام کا نام تک نہیں پہنچا تو اُسے علیم و خبیر اور عادل و رحیم خدا پر چھوڑ دینا چاہیے جو اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے، جو ہر شخص کے حالات اور ظاہر و باطن کو پوری طرح جانتا ہے اور آخرت میں ہر شخص کے مقدمے کا فیصلہ پورے انصاف کے ساتھ کرے گا۔ البتہ اُمتِ مسلمہ سے خدا کے پیغام کو اس کے بندوں تک پہنچانے میں جو کوتاہی سرزد ہوئی ہے اس کے ازالہ کی اُسے جلد از جلد فکر کرنی چاہیے، اور باری تعالیٰ کے حضور میں اپنی غفلتوں کے لیے صدقِ دل کے ساتھ معافی مانگنی چاہیے۔

وہ لوگ جن تک اللہ کا پیغام پہنچا ہے اور وہ اپنے تعصبات کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہیں لاتے تو وہ کافر ہیں اور وہ اسی سزا کے مستوجب ہیں جو حق کو جھٹلانے والوں کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ آپ نے اپنے دل میں ان کے لیے نرم گوشہ محض اس بنیاد پر پیدا کیا ہے کہ اُن میں سے ایک ایک شخص تک اسلامی تعلیمات پہنچانا اور ان کی ہر رَلم انہیں سمجھانا اور اس کے ہر جزو کا انہیں قائل کرنا،

مسلمانوں کا ہی فریضہ ہے۔ اور اس معاملے میں خود ان پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ درآنحالیکہ آپ کی یہ بنیاد ہی کمزور ہے۔ ایک نبی اور اس کے متبعین کا کام صرف اس قدر ہوتا ہے کہ عامۃ الناس کو احکامِ الٰہی سے روشناس کرا دیں۔ ایک ایک فرد تک پہنچ کر اسے ان احکام کی حکمتیں سمجھانا اُن کے فرائض میں داخل نہیں۔ آج دنیا کا کون سا ایسا معاشرہ ہے جو اسلام کے نام سے ناواقف ہے اور اسے یہ حقیقت معلوم نہیں ہے کہ دنیا کے تین چار مذاہب میں اسلام ایک اہم مرتبہ اور مقام کا حامل ہے؟ اگر آج کا انسان ہر نئی ایجاد کو جاننے کے بارے میں بے تاب ہوتا ہے۔ اور دنیا کی معمولی ضروریات فراہم کرنے کے لیے بیدار مغزی کا ثبوت دیتا ہے تو آخر روح کے تقاضوں کے متعلق وہ کیوں اتنا بے حس اور بے پروا ہے کہ ان کے بارے میں سنجیدگی کے ساتھ کچھ سوچنا گوارا نہیں کرتا؟

دینِ حق سے مجرمانہ تغافل برتنے والے لوگوں کا دفاع کرتے کرتے آپ غالباً اس حقیقت کو بھول گئے ہیں کہ انسان کے اندر دیگر حواس کے ساتھ ایک حاسۂ مذہبی بھی پایا جاتا ہے جو ہر انسان سے، بشرطیکہ وہ روحانی اور اخلاقی اعتبار سے بالکل مُردہ نہ ہو گیا ہو، اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ کوئی ایسا نظامِ فکر و عمل اپنائے جو اس کی دُنیا سنوارنے کے ساتھ اُس کی رُوح کو سکون بخشے اُس کے اندر ایک ایسا اخلاقی احساس پیدا کرے جس سے اس کی زندگی کے مختلف گوشوں میں نظم و ضبط پیدا ہو اور ذہنی اضطراب خلفشار کی صورت اختیار نہ کرنے پائے۔ یہ انسانی فطرت کا بنیادی مطالبہ ہے۔ کیا اس مطالبہ کو نظر انداز کر کے سچے دین کی تلاش نہ کرنا، فطرت سے بغاوت نہیں اور جو شخص اپنی فطرت کے خلاف آمادۂ بغاوت ہو گیا وہ راہ یاب ہو سکتا ہے؟ ایسے باغیوں کی عقل کا آپ ماتم تو کر سکتے ہیں لیکن ان کے باغیانہ طرزِ عمل کو آخر آپ کس منطق کی رُو سے جائز قرار دیتے ہیں؟

آخر میں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ نے اسلام اور اسلامی تحریک میں خلطِ مبحث کر دیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ نے جماعت اسلامی کے لٹریچر کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ کیا آپ کی نظر سے جماعتِ اسلامی کے محترم بانی اور اس کے دیگر قائدین کی یہ صراحت نہیں گزری کہ جماعتِ اسلامی کو اسلام کی اجارہ دار نہ سمجھا جائے اور اس بنا پر اس سے وابستگی اور علیحدگی کو اسلام اور کفر کا مسئلہ نہ بنایا جائے۔ جو لوگ اسلام کے دامن سے وابستہ ہیں خواہ ان کا جماعت سے کوئی معمولی سا تعلق بھی نہیں وہ ان سارے انعامات کے مستحق ہو سکتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے مومنین سے وعدہ کیا ہے اور ابدی جہنم اُن لوگوں کا مقدر ہے جن لوگوں نے اللہ اور رسولؐ سے بغاوت کی راہ اختیار کی ہے، نہ کہ "تحریکِ اسلامی" سے۔